دین و حکمت

پروفیسر محمد اکرم ورک

مذہبی القابات کا شرعی اور اخلاقی جواز

دین اسلام سادگی، خلوص نیت اور للّٰہیت کو بڑی اہمیت دیتا ہے، جبکہ نمود ونمائش کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اعمال کی بنیاد خلوص نیت پر رکھی ہے جو یقینی طور پر باطنی کیفیت کا نام ہے۔ اس لیے اسلام کی نظر میں ظاہر اور باطن میں تضاد ناقابل قبول ہے ورنہ سارے اعمال ضائع چلے جائیں گے۔ دینی اور مذہبی خدمات کی انجام دہی میں خلوص نیت کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ دینی خدمات کا صلہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے طلب نہیں کیا جا سکتا۔ حضرات انبیاء کرام کی سیرت کا یہ مشترکہ پہلو قرآن مجید جگہ جگہ بیان کرتا ہے کہ:

وما اسالکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین (الشعراء)	اور میں تم سے اس انذار کے بدلے میں کسی اجر کا طلب گار نہیں ہوں۔ میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

اگر مخاطب کو یقین ہو کہ داعی سچا ہے، اس کی دعوت حق ہے اور دعوت کو پیش کرنے میں اس کے پیش نظر کسی دنیوی مفاد یا مذہبی تقدس کا حصول نہیں تو اس کی دعوت کا اثر بڑھ جاتا ہے۔ نہ صرف لوگ کھچے چلے آتے ہیں بلکہ اس کی دعوت کے سحر میں پوری طرح مبتلا ہو جاتے ہیں اور داعی کے لیے دعوت کے بیج کی تخم ریزی آسان ہو جاتی ہے۔

بدقسمتی سے دور حاضر میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے والے اکثر حضرات کے قول وفعل میں للّٰہیت اور خلوص نیت کا وہ رنگ نظر نہیں آتا جو حضرات انبیاء کرام اور رسول اللہ کے صحابہ کی سیرت کا نمایاں پہلو ہے۔ داعیان اسلام کی اکثریت اپنی دعوتی کاوشوں پر اسی دنیا میں اجر وثواب کی طلب گار ہے اور ان کی ادنیٰ ترین طلب نمود ونمائش اور مذہبی تقدس کے حصول کی خواہش ہے۔ چنانچہ علماء کرام کا اپنے لیے ایسے اسما والقاب کو پسند کرنا جن سے مذہبی تقدس کی جھلک نظر آتی ہے، اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اب علماء کرام کی مجالس اس قسم کے القابات سے گونجتی ہوئی نظر آتی ہیں: محی الدین، محی السنہ، نجم الاسلام، شمس الاسلام، ذکی الدین، شمس العلماء، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ، واقف اشارات صوفیہ، شمس الہدایت وغیرہ۔ یہ اور اس نوع کے دیگر القاب اس کثرت سے معروف ہیں کہ ان کا احاطہ

کرنا شاید ممکن نہ ہو۔ مولوی، مولانا، صوفی، حاجی کے الفاظ بھی کچھ اسی نوعیت کے ہیں کیونکہ ان کے استعمال میں بھی کسی نہ کسی حد تک مذہبی تقدس کی جھلک پائی جاتی ہے، یہ ایک الگ بات ہے کہ کثرت استعمال سے ان کے اصلی معانی بڑی حد تک گھس چکے ہیں اوران کا چلن اب طبقاتی تعارف کی علامت سے زیادہ نہیں رہا۔

مذہبی القابات کی اس بدعت نے جس دور میں رواج پکڑنا شروع کیا، علماء حق نے اس کے خلاف بھرپور آواز بلند کی۔ انہیں میں سے ایک مقتدر ہستی علامہ ابن الحاجؒ ہیں جنہوں نے اپنی مشہور کتاب **المدخل** کی پہلی جلد میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس بحث میں انہوں نے تقدس، پاکیزگی اور نمود ونمائش کے حامل اسماء والقاب کی شرعی حیثیت کا بڑا عمدہ تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ راقم الحروف نے ذیل کی سطور میں زیادہ تر انہیں کے خیالات سے خوشہ چینی کی ہے۔

القابات کا تاریخی آغاز وارتقا

علامہ ابن الحاج ان القاب واسماء کے مروج ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب ترک خلافت عباسیہ پر چھا گئے تو انہوں نے خلیفہ کو تو عباسی خاندان ہی سے رہنے دیا لیکن حکومت کی باگ ڈور مختلف ترک سرداروں نے خود سنبھال لی۔ خلیفہ کی طرف سے ان سرداروں کو ان کے مقام ومرتبے کے لحاظ سے مختلف قسم کے القاب مثلاً شمس الدولہ، ناصر الدولہ، نجم الدولہ وغیرہ سے نوازا گیا۔ حکمران طبقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ اسماء والقاب عظمت وفخر کا نشان سمجھے جانے لگے جس کی وجہ سے عامۃ الناس بھی ان القاب میں کشش محسوس کرنے لگے لیکن حکومت میں عمل دخل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لیے ان القاب کا حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ اس کی تلافی انہوں نے مذہب کے راستے سے کی یعنی شمس الدولہ نہ سہی تو شمس الدین سہی، چنانچہ اکثر لوگوں نے اپنی اولاد کے لیے اس قسم کے نام رکھنے شروع کر دیے لیکن اس زمانے میں چونکہ ان اسماء والقاب کی خاصی وقعت تھی، اس لیے حکومت نے اس پر پابندی عائد کر دی چنانچہ جو کوئی اپنی اولاد کو ان ناموں سے موسوم کرنا چاہتا، اس کے لیے مقررہ فیس کی ادائیگی کے بعد سرکاری اجازت حاصل کرنا ضروری تھا۔ لیکن بعد کے دور میں جب ترک خلافت عباسیہ کے تمام سیاہ وسفید کے مالک بن گئے تو ان کے لیے ان القابات میں کوئی کشش باقی نہ رہی کیونکہ حکومت اب ان کے گھر کی لونڈی بن چکی تھی۔ اس لیے اب وہ بھی اسلام کے نام کی عظمت کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں اب شمس الدولہ کی بجائے شمس الدین وغیرہ جیسے القابات میں زیادہ وقار اور عزت محسوس ہونے لگی۔ پھر ان القاب نے اس قدر رواج پایا کہ جہلا تک اپنے بچوں کو انہی ناموں سے موسوم کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ علماء دین بھی ان اسماء والقاب سے پوری طرح مانوس ہو گئے اور انہیں اس بدعت پر عمل کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہ ہوئی۔

علماء ربانیین کا ردعمل

تاہم علماء حق سلف صالحین نے تقدس اور پاکیزگی کا تاثر دینے والے ان اسماء والقاب کی شدید مخالفت کی۔ اس

حوالے سے امام نووی کا ردعمل خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اہل علم امام نووی کے علمی مقام ومرتبہ سے بخوبی آگاہ ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمت دین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کی انہیں دینی خدمات کی وجہ سے جب آپ کے معاصرین نے آپ کو ''محی الدین'' کے لقب سے پکارا تو آپ نے سخت ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

انی لا اجعل احدا فی حل ممن یسمینی بمحی الدین (المدخل لابن الحاج)	''جو کوئی مجھے محی الدین کے لقب سے پکارے گا، میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ اظہار ناراضی فقط اس وجہ سے تھا کہ اس سے شرعی تقدس کی جھلک نظر آتی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے بعد کے دور میں علماء کی مجالس اسی قسم کے مختلف اسماء والقاب سے گونجنے لگیں۔ علماء کرام اور مذہبی راہنماؤں میں اس رسم بد کے بدعت ہونے کا احساس تک باقی نہ رہا چنانچہ متاخرین نے بزرگان دین اور علماء کرام کو اسے زاید اسماء والقاب سے یاد کرنا شروع کر دیا جن کی انہوں نے اپنی زندگی میں سخت مخالفت کی تھی جبکہ ہمارے دور میں تو یہ بدعت اپنے پورے عروج پر ہے۔ شاید ہی کوئی عالم، پیر اور چھوٹا بڑا اہل نا اہل اس کی زد سے محفوظ رہا ہو، بلکہ اب تو معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اگر ان مذہبی راہنماؤں کو ان اسماء والقاب کے بغیر پکارا جائے تو وہ سخت پریشان ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ایسا ''گستاخ'' اور ''بے ادب'' ان کی شدید نفرت کا شکار بھی بن جاتا ہے۔ اس لیے مذہبی راہنماؤں کے ''قہر وغضب'' سے محفوظ رہنے کے لیے عام طور پر ان کا تعارف انہی اسماء والقاب سے کروایا جاتا ہے جن کو وہ پسند کرتے ہیں اور ان سے مانوس ہیں۔

مسئلہ کی شرعی اور اخلاقی حیثیت

قرآن وسنت کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی پاکیزگی کا اعلان کرے، اس کا تصور دے یا ایسے اسماء والقاب کو، جن سے مذہبی تقدس کا رنگ جھلکتا ہو، اپنے حق میں بیان کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی (النجم)	''پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو، وہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔''
الم تر الی الذین یزکون انفسهم بل الله یزکی من یشاء (النساء)	''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا تزکوا علی الله احدا ولکن قولوا اخاله کذا واظنه کذا	''کسی کو اس پاکیزگی کا مستحق قرار نہ دو جو اسے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو سکتی ہے بلکہ ایسے شخص کے

بارے صرف یہ کہو کہ میرا خیال ہے کہ وہ ایسا ہے اور میرا
گمان ہے کہ وہ ایسا ہے۔''

ان مذہبی اسماء والقاب کی دو صورتیں ہیں: ایک حقیقی اور دوسری غیر حقیقی۔ حقیقی صورت تو یہ ہے کہ ملقب بہ میں واقعتاً وہ صفات موجود ہوں جیسے ''محی الدین'' کہ وہ واقعی دین اسلام کو زندہ کرنے والا ہو۔ اور غیر حقیقی صورت یہ ہے کہ ملقب بہ میں ان صفات کا شائبہ تک نہ ہو جن صفات سے اس کو موسوم کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا بحث کا تعلق حقیقی القاب سے ہے یعنی ان اسماء والقاب سے وابستہ صفات، کسی حد تک ملقب بہ شخصیت میں پائی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود شریعت اسے سخت ناپسند کرتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تو معاملہ اس حد سے گزر کر غیر حقیقی اسماء والقاب تک جا پہنچا ہے لہٰذا عام طور پر جس شخص کے نام کے ساتھ ایسے اسماء والقاب کا اضافہ کیا جاتا ہے، اس میں ان صفات کا پایا جانا تو کجا، ان کی جھلک تک موجود نہیں ہوتی۔ ایسا طرز عمل یقینی طور پر دوہرا جرم ہے، ایک القاب کی بدعت کی برائی اور دوسرا جھوٹ کا ارتکاب، کیونکہ قرآن وسنت میں جھوٹے پر لعنت کی گئی ہے۔

بدقسمتی سے دور حاضر میں اسماء والقاب کا غیر حقیقی استعمال عام ہو چکا ہے، حالانکہ شریعت اسلامیہ نے اس معاملہ کو ناپسند کیا ہے۔ نیز کثرت استعمال سے یہ اسماء والقاب بھی اب اپنی حقیقی قدر وقیمت کھو چکے ہیں۔ اگر ان اسماء والقاب کا استعمال جائز اور ضروری ہوتا تو امت محمدیہ میں اس کے سب سے زیادہ حقدار صحابہ کرام تھے کیونکہ ان کے شمس الہدایہ، انصار الدین، ظلمت میں روشنی ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کی شہادت خود قرآن نے دی ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بدعت کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس سلسلہ میں چند تجاویز قابل توجہ ہو سکتی ہیں:

☆ علماء دین کو اگر کوئی درس کی مجلس کے علاوہ ایسے اسماء والقاب سے پکارے تو وہ اس کا بالکل جواب نہ دیں۔ اس طرح وہ حقیقی نام سے پکارنے پر مجبور ہوں گے۔

☆ اگر کوئی شخص ایسے اسماء والقاب سے پکارے تو اس کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ یہ بدعت ہے اور شریعت کی نظر میں یہ امر ناپسندیدہ ہے۔

☆ دینی مدارس میں طلبہ کی اس نہج پر تربیت کی جائے کہ وہ عوامی سطح پر اس بدعت کے قلع قمع کی مہم چلائیں جس سے یہ بدعت یقینی طور پر ختم ہو جائے گی۔

☆ عوامی سطح پر لوگوں میں بامعنی اور بامقصد نام کی اہمیت اجاگر کی جائے اور لوگوں میں یہ شعور بیدار کیا جائے کہ وہ بچوں کے ایسے نام رکھیں جو ان کے خاندانی اور نسلی اوصاف سے مطابقت رکھتے ہوں کیونکہ اچھے نام کے بھی بچے کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

☆ لوگوں میں شرعی اور غیر شرعی ناموں کا شعور پیدا کیا جائے اور اسلامی تاریخ میں اہمیت رکھنے والے ناموں سے آگاہ کیا جائے تاکہ ابتدا سے ہی لوگ اپنے بچوں کے ایسے نام رکھنے سے اجتناب کریں جن سے خواہ مخواہ تقدس کا اظہار ہوتا ہو۔